بسلسلہ ثبوت سایہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ناقابلِ تردید دلائل کا مرقع

دنیائے علم وفضل میں ایک گراں قدر اضافہ

التحقیق العجیب

فی

ظلّ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

مولانا محمد انور کلیم

ناشر

مکتبہ دار العلوم فیض محمدی خالد آباد لائلپور

مطبوعہ اشرفی آفسٹ پرنٹنگ پریس لائلپور۔ فون ۳۵۶۰

احقر الفقیر عبد الوہاب عفی عنہ



احقر العباد محمد عدنان فاروقی

بسلسلہ ثبوت سایۂ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ناقابلِ تردید دلائل کا مرقع

دنیائے علم و فضل میں ایک گرانقدر اضافہ

التحقیق العجیب
فی
ظلِ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

Adnan

محمد عدنان فاروقی

تالیف

مولانا محمد انور کلیم

ناشر

مکتبہ دار العلوم فیض محمدی

خالد آباد - لائل پور

فون ۳۵۹۰

قیمت ۲ روپے

مطبوعہ اشرفی آفسٹ پرنٹنگ پریس لائل پور

انتساب

دُنیا کی سب سے بڑی مرکزی اسلامی یونیورسٹی

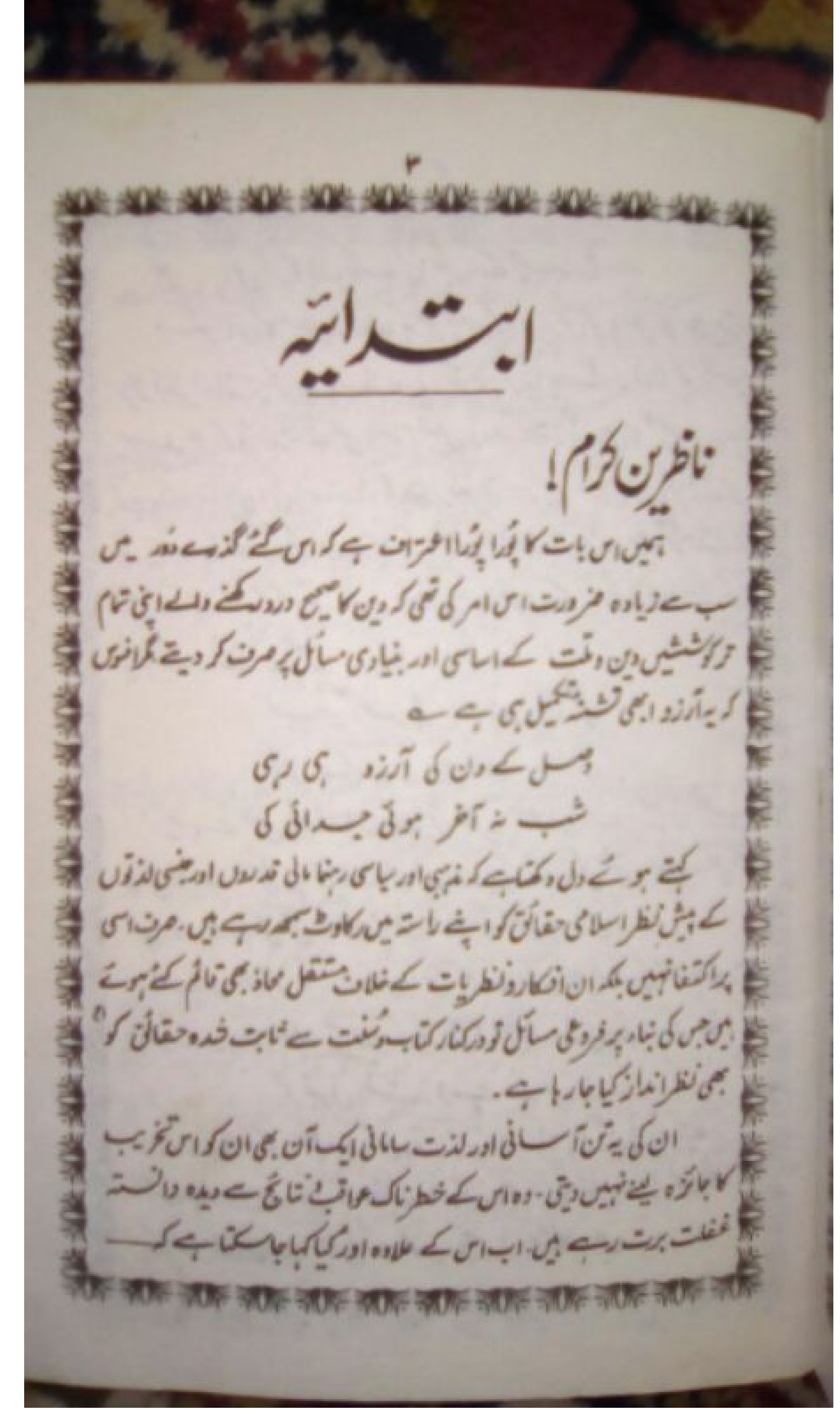
دارالعلوم دیوبند

کے نام

جو بہر حیثیت حق کے غلبے اور برتری کی
خواہشمند ہے

عمرِ حریص در طلب کیمیا گزشت
مارا قبولِ اہلِ نظر کیمیا بس است

نیاز کیش ــــ محمد انور کلیم



ابتدائیہ

ناظرین کرام!

ہمیں اس بات کا پورا پورا اعتراف ہے کہ اس گئے گذرے دور میں سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی تھی کہ دین کا صحیح درد رکھنے والے اپنی تمام تر کوششیں دین وقت کے اساسی اور بنیادی مسائل پر صرف کر دیتے مگر افسوس کہ یہ آرزو ابھی تشنۂ تکمیل ہی ہے ؎

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

کہتے ہوئے دل دکھتا ہے کہ مذہبی اور سیاسی رہنما مالی قدروں اور جنسی لذتوں کے پیش نظر اسلامی حقائق کو اپنے راستہ میں رکاوٹ سمجھ رہے ہیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ ان افکار و نظریات کے خلاف مستقل محاذ بھی قائم کیے ہوئے ہیں جس کی بناء پر فروعی مسائل تو درکنار کتاب و سُنّت سے ثابت شدہ حقائق کو بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

ان کی یہ تن آسانی اور لذت سامانی ایک آن بھی ان کو اس تخریب کا جائزہ لینے نہیں دیتی۔ وہ اس کے خطرناک عواقب و نتائج سے دیدہ دانستہ غفلت برت رہے ہیں۔ اب اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ــــــ

ع   اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مگر اس کا مطلب قطعاً یہ بھی نہیں کہ اس مرض کو بالکل لا علاج قرار دیکر نظر انداز ہی کر دیا جائے اور یُوں فرض کر لیا جائے کہ شاید ہم اس سلسلہ میں کوئی خدمت بھی انجام نہیں دے سکتے۔ بلکہ اس کا صحیح حل یہ ہے کہ ہر دانا و بینا اپنی اپنی استعداد کی بقدر فطری اور کسبی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے وقت کی اس ناقابل فراموش خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے تاکہ اُسے زندگی کے کسی مرحلے پر بھی حسرت و افسوس کے یہ ناگوار کلمات کہنے کی نوبت نہ آنے سے کہ

جان آخر تو جانے والی تھی
اُس پہ کی ہوتی میں نثار لے کاش

میں نے محض اسی احساس کے پیشِ نظر یہ معلوماتی جائزہ "التحقیق العجیب فی حل العجیب" مُسمّٰی بہ "اثبات الفئ لمن اَنار بنور رسالتہٖ کل شئ۔ بجواب۔ نفی الفئ عمن انار بنورہٖ کل شئ۔ مصنفہ احمد رضا خانصاحب بریلوی"

بسلسلہ احقاق حق و ابطال باطل۔ علم دوست حضرات کی خدمت میں خصوصاً اور عامۃ المسلمین کی خدمت میں عموماً پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

قارئین کرام کو یہ حقیقت کسی وقت بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ یہ مسئلہ اپنے مرجع اور مآل کے اعتبار سے ایک اہم ترین مسئلہ ہے۔ ہم بحمد اللہ اس کے خطرناک عواقب نتائج سے خوب اچھی طرح آگاہ ہیں۔

منکرین سایہ اس کج بحثی کے ذریعہ ہمیں جس قوم کے افکار و نظریات سے ہم کنار کرنا چاہتے ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں۔

حسنِ یوسف کی قسم واقفِ زنداں ہیں ہم

اب وہ وقت دور نہیں کہ یہ راز.... طشت از بام ہوں۔ سیاست اور مذہب کی یہ کھچڑی اب زیادہ دیر نہیں پکائی جا سکتی۔ صدق و کذب بہر حال دو علیٰحدہ علیٰحدہ چیزیں ہیں۔ علم اور جہالت کسی ایک کیفیت کا نام نہیں۔ صحیح حدیث اور خانہ زاد اختراعات میں زمین و آسمان کا فرق ہے جن کا امتزاج کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
این خیالست و محالست و جنوں

انہیں افکار و نظریات کو آئندہ صفحات میں نقل اور عقل کی روشنی میں پوری وضاحت سے کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

باقی حوالہ جات کے اندراج میں بندہ نے حتی المقدور احتیاط سے کام لیا ہے۔ تاہم انسانی دماغ کا تغافل اور جستجو کا تساہل بھی ایک امر واقعی ہے جس سے کوئی بشر محفوظ نہیں۔ بہر حال غلطی کے اس امکان کے پیش نظر مطلع فرمائیں یا خود تشریف لا کر مزید اطمینان فرمائیں۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا۔

(مؤلف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الارض مقاماً لسواد والخیال والصلوٰۃ والسلام علیٰ صاحب افضل الظل فی الظلال وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ الذین ادرکوا صحبۃ نبی الکمال والجمال ۔ اما بعد ۔

قارئین کرام !

کائنات عالم کا ہر ذرہ بلاشبہ خالق کی صناعی اور تخلیق کا شاہکار ہے، مگر اس کے جملہ احوال و کوائف سے پوری پوری آگاہی یہ کسی کے بس کا روگ نہیں ۔ —— انسان، جن، حیوان، حشرات، نباتات، جمادات، فلکیات، معدنیات، ملائکہ اور حور و غلمان وغیرہ موٹے موٹے عنوان ہیں، لیکن ان کی جملہ انواع اور اقسام پھر ان کا علیحدہ علیحدہ شمار کسی طرح بھی ممکن نہیں ۔ قرآن شاہد ہے کہ وما یعلم جنود ربک الا ھو ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک انسان اسی تتبع اور تلاش میں لگا ہوا ہے کہ اس اجمال کی تفصیل اور مخفی کا اظہار کیسے ممکن ہے ۔

مگر یہ واقع ہے کہ ابھی تک تو اس امر کا بھی سراغ نہیں لگ سکا کہ باغ کی ایک کیاری جو لالہ و گل کی مختلف انواع مثلاً نرگس، موتیا، یاسمین، موگرا، رائے بیل، گیندا، مدن بان، ارغوان، جعفری، داودی، اشرفی، چنبیلی، گلاب، نسرین، نسترن وغیرہ پھولوں سے مرصع اور نارنجی، گلناری، آتشی، اور بھینے بھینے گلابی رنگوں سے مزین اور بقول اقبال مرحوم کے ؎

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن

پھر بلبلوں اور قمریوں کے چہچہانے، کوئلوں کے کوک کوک کرنے نیز موروں کے جھنکارنے اور مینڈکوں کے ٹرانے سے بارونق ہے یہ کیسے ہے؟ اور کیونکر!

غالب مرحوم ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

ہیں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سُن کر مرے نالے غزلخواں ہو گیئں

مگر حقیقت یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ریفارمر بھی آج تک یہ نہیں بتا سکا کہ رنگ و بو کا یہ امتزاج اور چھوٹے بڑے کا یہ اختلاط آخر کس بنیاد پر ہے۔ زمین ایک پانی ایک موسم اور فضا ایک مگر نتیجہ ہزار! پھر کوئی بیت قیام میں اور کوئی رکوع میں کوئی قعود اور سجود میں اور کوئی پہلو پر لیٹے ہوئے ہی خالق کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول ہے۔

قدرت حق کی یہ کرشمہ سازیاں دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید باری تعالیٰ بنفس نفیس مع اپنے تمام جاہ و جلال کے صرف یہیں آ جلوہ افروز ہوتے ہیں ؎

چمن در چمن اس کے جلوے ہیں رقصاں
نظر جس کو شام و سحر ڈھونڈتی ہے

باری تعالیٰ کی حکمت و قدرت کا یہ حسین امتزاج دیکھ کر زبان بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ۔

اسی اطاعت اور انقیاد کو قرآن حکیم نے اپنے حسین پیرایہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ وللہ یسجد ما فی السمٰوات وما فی الارض پ۱۴ رکوع ۲

یعنی زمین و آسمان کی تمام اشیاء صرف اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہیں۔

۴۔ دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ لطیف انداز میں فرمایا۔

کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِیْحَهُ پ رکوع

یعنی کائناتِ عالم کی ہر چیز نے اپنی نماز اور تسبیح کو خوب اچھی طرح جان لیا ہے سورۃ رحمٰن میں تو سبزوں اور درختوں کے سجدہ کا مستقل ذکر موجود ہے ارشاد ہے۔ والنجم والشجر یسجدان۔ پ۲۷ رکوع ۱۱

یعنی سبزیاں اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں۔

سورۃ حج کی مندرجہ ذیل آیت پڑھنے کے بعد تو کوئی الجھن ہی باقی نہیں رہتی بلکہ مسئلہ روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب۔ پ۱۷ رکوع ۹

کیا آپ نے اس امر کا ملاحظہ نہیں فرمایا کہ زمین و آسمان کی تمام اشیاء محض اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہیں سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے، انسان وغیرہ کی اس میں کوئی تفریق نہیں اور نہ ہی کسی کو انکار کی مجال ہے۔

اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک جگہ یوں تعبیر فرمایا ہے۔ ؎

پرستارِ امرش ہمہ چیز و کس
بنی آدم و مرغ و مور و مگس

اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ قرآنِ حکیم کا تو یہ بھی دعویٰ ہے کہ کائناتِ عالم کے اشخاص و قوالب کے علاوہ ان کے سائے بھی حضورِ الٰہی میں سر نیاز خم

کے رہتے ہیں ؎

ہست سلطانی مسلم مرد را
نیست کس را زہرہ چون وچرا

چنانچہ ارشاد باری ہے۔

وللہ یسجد من فی السمٰوات والارض طوعاً وکرھاً وظللھم بالغدو والاصال پ ۱۳ رکوع ۸

زمین وآسمان میں رہنے والی ہر مخلوق خوشی ناخوشی اللہ ہی کے روبرو جھکتی ہے نہ کہ صرف وہ بلکہ اُن کے سائے بھی صبح وشام اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں دیکھئے اس آیت میں کتنی وضاحت سے مخلوق اور اُن کے سایہ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے کسی نوری، ناری، آبی، خاکی، یا نبی ولی، غوث، قطب وغیرہ کی اس میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی۔ بلکہ علی العموم فرمایا جا رہا ہے کہ من السمٰوات والارض۔ جو بلا امتیاز واختصاص جملہ مخلوق کے اشخاص واظلال کو شامل ہے۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ لفظ "من" عربی قواعد کی رو سے ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بخلاف سایہ کے کہ یہ بے شعور ہے لہٰذا یہ "من" کے عموم میں داخل نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ یہاں "ظللھم" میں ھم ضمیر کا مرجع من السمٰوات والارض ہی ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ذی شعور کا سایہ بھی ذی شعور ہی

ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا جواب حضرت صدر الافاضل مولینا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی تلمیذ خاص اعلیٰ حضرت احمد رضا خانصاحب بریلوی نے بحوالہ تفسیر خازن، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے حاشیہ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن میں نقل فرمایا ہے کہ یہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ پرچھائیوں میں ایسی فہم پیدا کردے کہ وہ سجدہ کریں صـ ۲۹۹۔

نیز یہی جواب صاحب تفسیر الحدیث علامہ حافظ عیسیٰ عمار مصری نے ابن الانباری کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔

ولا یبعد ان یخلق اللہ تعالیٰ للظلال عقولاً وافہاماً تسجد بہا وتخشع کما جعل اللہ للجبال افہاماً حتیٰ اشتغلت بتسبیح اللہ تعالیٰ وحتیٰ ظہر اثر التجلی فیہا کما قال فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا۔ تفسیر الحدیث ۲۳۰ ؍ ۱۶

یعنی یہ بات بعید از عقل نہیں کہ اللہ تعالیٰ سایوں کے لئے عقل اور سمجھ پیدا فرمادیں جس کے ذریعہ وہ سجدہ خشوع بجالائیں۔ بلکہ عین ممکن ہے۔ جیسے پہاڑوں کو عقل سے نوازنا پھران کا تحمید و تقدیس میں مشغول ہو کر جلال باری کا مظہر بننا خود قرآن میں مصرحہ ہے۔

بریلوی حضرات کے فخر الاماثل مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بھی رقم طراز ہیں کہ "پتھروں میں بھی اللہ نے ادراک و شعور دیا ہے۔ انہیں خوف الٰہی ہوتا ہے وہ تسبیح کرتے ہیں۔ کنز الایمان صـ ۱۲"

عارف رومی" کا نظریہ بھی ملاحظہ ہو

ہستی کو ہست مخفی از خرد
ہستی نہ ہوں خرد کے راہ برد

مثنوی شریف

آمدم برسر مطلب۔ باشعور اشیاء کا سایہ بھی باشعور ہی ہوتا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ غیر مرئی اشیاء کا سایہ بالاتفاق غیر مرئی ہوتا ہے۔ جیسے بعض مرئی اشیاء کا سایہ ان کی شان کے لائق۔

باقی اگر آپ مَن اور مَا کی لفظی الجھن سے نکلنا ہی نہیں چاہتے تو لیجئے آپ کا مقتضے خود قرآن میں موجود ہے۔

اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیٔ یتفیؤ اظلٰلہٗ عن الیمین والشمائل سجداً للہ وھم داخرون۔ وللہ یسجد ما فی السموات وما فی الارض من دابۃ والملائکۃ وھم لا یستکبرون۔ پ۱۴ رکوع ۱۲

کیا انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا کہ ان کے سائے دائیں بائیں جانب جھکتے وقت اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ نہایت عاجز ہیں۔ علاوہ ازیں زمین و آسمان کی بقیہ اشیاء بھی اس کے روبرو سر نیاز خم کئے ہوئے ہیں ادنیٰ مخلوق سے لیکر فرشتوں تک اس سے کوئی مستثنے نہیں۔

لیجئے اس آیت میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ لفظ ما پوری وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات بالکل کھل کر سامنے آگئی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کی اس بنیاد پر کوئی تفریق ہی نہیں، بلکہ

اُس کے حضور تکوینی اطاعت اور انقیاد میں دونوں فریق بالکل مساوی ہیں۔

تفسیر آیت ظلال

علامہ فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر بسلسلہ آیت من فی السمٰوات والارض طوعاً و کرھاً و ظلٰلھم بالغدو والاٰصال پ ۱۳ رکوع ۸، رقم طراز ہیں۔
قال المفسرون کل شخص سواء کان مومناً او کافراً فان ظلہ یسجد للّٰہ
مفسرین کا ارشاد ہے کہ ہر آدمی خواہ مومن ہو یا کافر اس کا سایہ اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے۔ اور آگے فرماتے ہیں۔
قال مجاھدٌ ظل المومن یسجد للّٰہ طوعاً وھو طائع وظل الکافر یسجد للّٰہ کرھاً وھو کارہٌ۔ حضرت مجاہد کا ارشاد ہے کہ مومن کا سایہ اللہ کو خوشی خوشی سجدہ کرتا ہے بخلاف کافر کے سایہ کے کہ وہ مجبوراً اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔
تفسیر کبیر ص ۱۹۳ ج ۵ مصری

مذکورۃ الصدر دونوں حوالوں کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ ہر مومن اور کافر کا سایہ مفسرین کرام کے نزدیک بالکل قطعی ہے۔ خواہ وہ مومن بڑے سے بڑا مومن کیوں نہ ہو جیسے نبی پاک علیہ السلام یا دیگر انبیاء و اولیاء ــــ اور یونہی کافر، خواہ وہ بھی بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو۔

علاوہ ازیں مفسرین کرام کا یہ بیان اس امر کا بھی متقاضی ہے کہ حضور علیہ السلام کا بحیثیت اکمل ترین مخلوق ہونے کے صاحب سایہ ہی نہیں بلکہ صاحب افضل الظل فی الظلال ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ سایہ کا نہ ہونا من وجہ نقص ہے

اور حضور کی ذات گرامی جملہ نقائص سے پاک ہے۔

۲۔ علامہ اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان "من فی السموات" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مَنْ فی السموات" یعنی الملائکۃ، والارواح الانبیاء والاولیاء واھل الدرجات من المومنین۔ یعنی آسمان والوں سے مراد نوری فرشتے اور فوت شدہ انبیاء اور اولیاء کی ارواح ہیں اور "والارض" کی تشریح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

(والارض) من الملائکۃ والمومنین من الثقلین۔

یعنی زمین والوں سے مراد زمین پر مامور فرشتے اور مومن جن اور آدمی ہیں۔

اس کے بعد "ظللھم" پر رقم فرماتے ہیں۔

"وظللھم" ای یسجد ظلال اھل السموات والارض بالعرض ای تبعاً

ص ۳۵۶/۲ ج ۱۳

یعنی زمین و آسمان کے جملہ باشندگان اپنے قوالب کے تابع ہو کر سجدہ کرتے ہیں

علامہ موصوف کی سابقہ دونوں عبارتیں جو من فی السموات والارض کے ضمن میں ابھی اُوپر ذکر کی گئی ہیں اُن میں جن باشندگان کا تذکرہ فرمایا گیا ہے وہ یہ ہیں فرشتے، انبیاء، اولیاء، عامۃ المومنین اور ان کی روحیں بلاامتیاز جن و انس، پھر انہی کے سایہ کو ثابت کرنے کے لئے ظلال اھل السموات والارض کا اضافہ مصنف نے عمداً فرمایا تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے۔

لہذا اب آپ حضور علیہ السلام کے لئے جون سا مرضی نظریہ اختیار

فرمائیں بہر حال سایہ مبارک کا انکار بہر صورت ناممکن ہے کیونکہ آیت ہذا تو بقول علامہ حقی "نوری مخلوق کو بھی شامل ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (ظللھم) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (وظللھم) ای ظلال من یسجد للّٰہ ایضاً تسجد۔ تنویر المقباس۔
جو بھی اللہ کو سجدہ کرتا ہے اس کا سایہ بھی اُس کے اتباع میں اللہ کو سجدہ کرتا ہے

اب — رہی یہ بات کہ کیا کوئی ایسی مخلوق ہے کہ وہ سجدہ نہ کرتی ہو؟ سو اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے ہمارے علم میں تو مخلوق کا ایک ذرہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں پھر اس کا سایہ کیونکر مستثنیٰ ہو۔

دوسری بات یہ کہ حضور کا سجدہ کرنا تو بالکل قطعی ہے مگر سایہ کا استثنا نہ معلوم کیوں! خصوصاً اس وقت جب کہ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی کوئی صراحت یا استثنا اس سلسلہ میں منقول نہیں۔

بلکہ آپ علی العموم "تسجد" فرما رہے ہیں جو اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ حضور علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں۔

جمہور علما اور محدثین تقریباً اس بات پر متفق ہیں کہ "عام" اصطلاحی بلاتفریق وتخصیص اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے اور بلا تخصیص قطعی اس سے کسی فرد کا استثناء ممکن نہیں ظنی اور مرسل قسم کی روایات کا تو ذکر ہی کیا۔

علامہ کمال الملۃ والدین حسین ابن العلی الکاشفی الہروی "ظللھم" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ در باب دہم از فتوحات در سفر ثانی آوردہ کہ از اسرار

ایں آیت یکے آنست کہ ہیچ حادثے نیست الاّ آنکہ اورا سایہ ہست وآں سایہ ساجد است مرحق تعالیٰ را و قائم است بعبادت او۔ تفسیر حسینی ص ۳۵۱ ج ۱ فارسی

ترجمہ۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی جن کا لقب شیخ اکبر اور رئیس الصوفیہ ہے فتوحات مکیہ کے دسویں باب کے سفر ثانی میں ذکر فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بھیدوں میں سے ایک بھید یہ ہے کہ ہر فنا ہو جانے والی چیز کا سایہ ضرور ہے جو محض اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے اور اسی کی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ نے اپنے مذکور الصدر افکار و نظریات نہ معلوم کتنا عرصہ شریعت و طریقت کے بحرِ بے کنار میں غواصی کرنے کے بعد قلم و قرطاس کے سپرد فرمائے۔ اس کا کسی قدر اندازہ آپ ان کے مندرجہ ذیل فقرات سے لگا سکتے ہیں کہ

(۱) ہیچ حادثے نیست۔ یہ فقرہ انشاء و تکوین کے اُس فطری سجدہ سے باری تعالیٰ کو خارج کرنے میں کتنا اہم ہے! تدبرا

بالفاظ دیگر یہ کل من علیہا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کی پہلوی تفسیر ہے۔

ہست قرآن در زبان پہلوی

آپ ہی فرمائیں کہ وہ کونسا نبی یا ولی ہے جو عدم حدوث میں خدا کا شریک یا مثیل ہو؟ اگر نہیں تو ماننا پڑے گا کہ بدوں ذاتِ باری جل مجدہٗ کے ہر ایک کا سایہ ہے۔

(۲) اور دوسرا فقرہ ـــــ آلاّ آنکہ اورا سایہ ہست۔ ایسا پیارا فقرہ ہے



ہے قرآن کی آیت۔ واللّٰہ جَعَلَ لکم مما خلق ظلالاً۔ پ ۱۴ رکوع ۱۰
یعنی اللہ نے اپنی مخلوق کے سائے بھی تمہارے ہی فائدہ کے لئے بنائے۔ کی
بہترین تفسیر کہہ سکتے ہیں۔
۳۔ تیسرا فقرہ کہ واں سایہ ساجد است مر حق تعالیٰ را۔ علامہ زجاج اسی
کی تائید میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔
اِن الکافر یسجد بغیر اللّٰہ و ظلّہٗ یسجد للّٰہ۔
کافر گو فی الواقع غیر اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے مگر اس کا سایہ تو بہر صورت خدا
ہی کو سجدہ کرتا ہے۔
(۴) اور چوتھے فقرے ——— قائم است بعبادت او۔ کی اصل خود قرآن حکیم میں
موجود ہے ملاحظہ ہو۔ وَاِن مِن شَیْءٍ اِلّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِن لّا تَفْقَہُوْنَ
تَسْبِیْحَہُمْ۔ پ ۱۵ رکوع ۵۔ ہر شئی ہی خدا کی تسبیح اور تحمید میں مشغول ہے
مگر تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔
اور دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ واضح انداز میں فرمایا گیا۔
کلٌّ قد علم صلاتہ و تسبیحہ۔ پ ۱۸ رکوع ۱۲ ہر ایک چیز اپنی نماز اور تسبیح
سے پوری طرح آگاہ ہے۔ شیخ اکبر علیہ الرحمۃ کی مذکورالصدر عبادت واقعی میں دریا
کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے۔

قارئین!
قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے امت کے ممتاز علما اور جمہور مفسرین نے
جو کچھ سمجھا وہ آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں۔ اب آپ زبان نبوت علیہ التحیۃ والصلوٰۃ

ے بھی اس آیت کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔ بقول شاعر ؎

تیرا سخن ہے وحیِ خداوندِ دو جہاں
تیرا عمل ہے معنیِ آیاتِ بینات

دیگر

ہر عمل آپ کا ہے تابعِ فرمانِ خدا
ہر حدیث آپ کی ہے شارحِ اسرارِ کتاب

◎



سَایہ

صاحب سایہؐ کے ارشادات کی روشنی میں

ہم اس سلسلہ میں چند احادیث ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور غالب اُمید رکھتے ہیں کہ اگر قارئین کرام معمولی سی توجہ بھی اس امر پر مبذول فرمائیں گے تو انشاء اللہ اس مسئلہ کو بھی ان غیر معمولی مسائل میں سے ایک پائیں گے جن کے اعتراف اور اقرار سے حضور علیہ التحیۃ السلام نے نہ کبھی عار محسوس فرمائی اور نہ ہی معمولی سی ہچکچاہٹ، بلکہ زندگی کے دوسرے ناقابل انکار مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی تسلیم و بِنا رکھے بغیر جذبات کے تحت ذکر فرماتے رہے۔

چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا بحیثیت انسان یا حوائج انسانیہ مثلاً کھانا، پینا، سونا، جاگنا، بیماری، تندرستی، خوشی، غمی یا بیوی، بچوں والا ہونا ایک بدیہی اور غیر معمولی بات ہے بالکل اسی طرح آپ کا سایہ والا ہونا بھی ایک بدیہی اور غیر معمولی امر ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس سے کبھی بھی انکار نہیں فرمایا اور اس کے برعکس اعتراف و اقرار کی بے شمار روایات منقول ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد قال اللھم سجد لک



سوادی وخیالی وبک آمن فؤادی ابوء بنعمتک علی و ھٰذا ماجنیت علی نفسی یا عظیم یا عظیم اغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب العظیمۃ الا الرب العظیم۔ مستدرک حاکم ص۵۳۴ ج۱ مصری

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام عموماً حالت سجدہ میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ یا اللہ میرے جسم اور سایہ نے تجھے سجدہ کردیا اور دل بھی تجھ پر ایمان لے آیا۔ اور میں خود بھی تیری نعمتوں کا معترف ہوں۔ بریں بنا اپنی لغزشوں کی معافی بھی تجھ ہی سے چاہتا ہوں۔ مولا! تو بڑا ہے۔ بڑے ہی بڑی لغزشیں معاف فرمایا کرتے ہیں۔

سبحان اللہ یہ دعا ہے اس بابرکت ہستی کی جس کا کائنات میں کوئی مثیل نہیں مگر ؎

بلندی ہائے قدر خواجہ بوجہلاں چہ می فہمند
کہ پیش قدر او پست است بالا تر ز ہر بالا

مذکورہ الصدر حدیث میں ہمارا استدلال لفظ خیال سے ہے جو ہمارے دعویٰ کی مصدقہ دلیل ہے۔ آئمہ لغت عربیہ کے نزدیک اس کے معنی بالاتفاق سایہ کے ہیں ملاحظہ ہو۔

لفظ خیال کی لغوی تحقیق (۱)۔ علامہ احمد مصطفیٰ المراغی استاذ الشریعۃ الاسلامیہ واللغۃ العربیہ الکلیۃ دار العلوم سابقاً اپنی تفسیر المراغی مطبوعہ مصر کے جز ۱۳ میں فرماتے ہیں۔ والظلال واحدھا ظلّ وھو الخیال الذی یظھر للجرم ص۵۳

یعنی ظلال کا واحد ظل ہے جس کے معنی خیال کے ہوتے ہیں اور خیال وہ ہے جو جسم

کے لئے بصورت سایہ ظاہر ہو۔

(۳) علامہ ابی حیان صاحب تفسیر بحرالمحیط۔ لفظ ظلال کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قال الفراء الظل مصدر یعنی فی الاصل ثم اُطلق علی الخیال الذی یَظهر بجرم وطولهُ بسبب انحطاطِ الشمس وقِصَرهُ بسبب ارتفاعها فهو مُنقادٌ للهِ تعالیٰ فی طُولهٖ وقِصَرہٖ و میلهٖ من جانبٍ الی جانب۔ تفسیر بحرالمحیط جزء ۵ ص۳۷۹

یعنی ابوزکریا یحیٰ ابن زیاد" فراء مشہور نحوی فرماتے ہیں کہ لفظ ظل اصل میں مصدر ہے پھر اس کو خیال کے معنی میں لے لیا گیا اور خیال بھی وہ جو بصورت سایہ جسم کے لئے ظاہر ہوتا ہے جس کی لمبائی سورج کے نیچا ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور کمی سورج کے بلند ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے یہ سایہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرمانبردار رہتا ہے کمی اور زیادتی میں بھی نیز اِدھر اُدھر جھکنے کی صورت میں بھی"

مذکورالصدر دونوں حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ ارشاد نبویؐ میں "سَجَدَ لکَ سَوادی وخیالی" جسم اور سایہ ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ جو لوگ لفظ خیال سے خواہ مخواہ باطن مراد لیتے ہیں وہ درست نہیں کرتے کیونکہ باطنی اطاعت وانقیاد کے لئے تو لفظ (وبکَ اٰمن فوادی) کافی ہے۔ جو نص میں موجود ہے۔

مفسرین کرام نے اِس حدیث کو آیت وظلالهم کے ذیل میں ذکر فرما کر ہمارے دعویٰ کی مزید توثیق فرمادی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک ۔

ہو کیوں نہ حدیث ان کی تفسیر قرآن
کہ وحی خدا ہے مقال محمدؐ

توثیق مزید روایت ھذا

مستدرک حاکم کی اس روایت کو علامہ ذہبیؒ نے تلخیص المستدرک صہ ۵۳۳ میں حدیث صحیح کہہ کر اس کی مزید توثیق فرمادی ہے۔

اور بقول علامہ ذہبیؒ ہی کے کہ جب تک مستدرک حاکم کی کسی روایت کو میں صحیح نہ کہہ دوں تو اس وقت تک توقف ہی کرنا چاہئے، ہم نے انکی توثیق بھی نقل کردی تاکہ شبہ نہ رہے۔ "بستان المحدثین"

علاوہ ازیں علامہ محمد بن جزری الشافعی متوفیٰ ۸۳۳ھ نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب حصن حصین کے صہ ۲ پر نقل فرمایا ہے۔

شیخ بیہقی ثانی حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ نے بھی و ظلالھم کے تحت اس حدیث کو ذکر فرما کر تفسیر بالحدیث کی گویا مثال تام کردی۔

تفسیر مظہری صہ ۱۰۵ ج ۵

دوسری حدیث

عن انس بن مالکؓ قال بینما النبی علیہ السلام یصلی ذات لیلۃٍ صلاۃً اذ مدّ یدہٗ ثم اخّرھا فقلنا یا رسول اللہ رأینک صنعت فی ہٰذہ الصلاۃ شیأً لم تکن تصنعہٗ فیما قبلہٗ قال اجل انہ عرضت علیّ الجنۃ فرأیت فیھا دالیۃً قطوفھا دانیہ فاردتُ ان اتناولَ منھا شیأ فاُوحی الی

اَنْ اِسْتَاخِرُوْا فَاسْتَاخَرْتُ ثُمَّ عُرِضَتْ عَلَیَّ النَّارُ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ حَتّٰی رَاَیْتُ ظِلِّیْ وَظِلَّکُمْ فِیْمَا فَاَوْمَئْتُ اِلَیْکُمْ اَنْ اِسْتَاخِرُوْا (الحدیث)

مستدرک حاکم ص ۴۵۶ ج ۴ مصری

حضور علیہ السلام کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور بالکل نماز کی حالت میں اپنا ہاتھ اچانک آگے کی طرف بڑھایا مگر پھر جلدی ہی پیچھے ہٹا لیا۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور! آج تو آپ نے خلاف معمول نماز میں نئے عمل کا اضافہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ قصہ یہ ہے کہ میرے سامنے ابھی ابھی جنت پیش کی گئی تھی میں نے اس میں بہترین پھل دیکھے تو جی میں آیا کہ اس میں سے کچھ اُچک لوں مگر فوراً حکم ملا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں پیچھے ہٹ گیا، پھر مجھ پر جہنم پیش کی گئی اُس کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔ دیکھتے ہی میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹے رہو۔ (الحدیث)

دیکھئے اس حدیث میں کتنی وضاحت کے ساتھ ظلی میرا سایہ وظلکم اور تمہارا سایہ مذکور ہے اتنے واضح بیان کی موجودگی میں بھی اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہنا اور نفی فیٔ ہی کے نعرے لگاتے رہنا سورج کی موجودگی میں اُس سے انکار کے مترادف ہے مگر سہ

دن کو دیکھے اگر نہ چمگادڑ — اس میں سورج کا کون سا ہے گناہ
ایسی آنکھیں رہیں ہزار اندھی — پر نہ سورج خدا کرے ہو سیاہ

روایت ھذا کی تائید مزید

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعلق بھی ہذا حدیث صحیح رقم فرما کر اسکی توثیق کردی ہے ملاحظہ ہو۔ تلخیص المستدرک صفحہ ۲۵ ج۔۴ مصری۔

اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے تو روایت ہذا کے الفاظ بھی تاکیدی نقل فرمائے ہیں ملاحظہ ہو۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لقد رایت ظلی وظلکم

حادی الارواح الی بلاد الافراح ص۱۶

یعنی اپنا اور تمہارا سایہ میں نے یقینی طور پر دیکھا ہے۔

قارئین!

ویسے تو اگر اسی پر اکتفا کرلی جاتی تو بھی نامناسب نہیں تھا کیونکہ ؎

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ؟
دو اشک ہی بہت ہیں گر کچھ اثر کریں

مگر چونکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ مسئلہ ایک بدیہی اور غیر معمولی مسئلہ ہے اس لئے ہم اس کی تائید میں اور روایات بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں۔

تیسری حدیث عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر لہ، فاعتل بعیر لصفیۃ وفی ابل زینب فضل، فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان بعیرا لصفیۃ اعتل فلو اعطیتہا بعیرا من ابلک! فقالت انا اعطی تلک الیہودیۃ۔ قال فترکہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ذا الحجة والمحرم شهرين او ثلاثة لا يا تيها قالت حتى ايئست منه وحولت سريري قالت فبينما انا يوماً بنصف النهار اذا انا بظل رسول الله صلى الله عليه وسلم مقبلاً۔ مسند امام احمد ابن حنبلؒ جلد ۶ صفحہ ۱۳۲

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ کہ اچانک حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اتفاق سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک سواری زائد تھی۔ حضور نے حضرت زینبؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنی زائد سواری حضرت صفیہؓ کو دیدو۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیا اس یہودیہ کو دوں۔ بس اس پر آنحضرت ناراض ہو گئے اور ذوالحجہ اور محرم دو مہینے یا تین مہینے مسلسل اُن کے پاس بھی نہیں آئے یہاں تک کہ حضرت زینبؓ حضور علیہ السلام کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئیں اور اپنا سامان وغیرہ منتقل کرنے کا بھی ارادہ کر لیا۔ مگر اچانک ایک دن کیا دیکھتی ہیں کہ دوپہر کا وقت ہے اور حضور علیہ السلام کا سایہ مبارک آ رہا ہے۔

دیکھئے اس حدیث میں انا بظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنا واضح فقرہ ہے اور ہمارے دعویٰ کی تائید کر رہا ہے۔

چوتھی حدیث

عن صفية بنت حيي ان النبي صلى الله عليه وسلم حج بنسائه الى قوله فلما كان شهر ربيع الاول دخل عليها فرأت ظله فقالت ان هذا لظل رجل وما يدخل على النبي صلى الله عليه وسلم فمن هذا فدخل النبي صلى الله عليه وسلم۔ مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۳۳۸

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا واقعہ خود بیان فرماتی ہیں کہ ایک

مرتبہ حضور علیہ السلام نے اپنی بیویوں کی معیت میں حج کا ارادہ فرمایا۔ پھر درمیان میں وہی واقع ہے جو اوپر کی حدیث میں ذکر ہوا ہے آخر میں فرماتی ہیں کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آگیا تو حضور حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے۔ مگر حضرت زینب نے آپ کو دیکھنے سے پہلے آپ کا سایہ دیکھ لیا۔ اور متعجب ہو کر فرمایا کہ یہ سایہ تو کسی آدمی کا ہے؟ لیکن آدمی کوئی میرے پاس نہیں سکتا، حضور مجھ سے ناراض ہیں وہ پہلے ہی نہیں آتے۔ اتنے میں حضور ہی نمودار ہو گئے۔

غور فرمایئے کہ مذکورہ الصدر احادیث کی روایات حضرت عائشہؓ حضرت صفیہؓ حضرت زینبؓ اور ان سے نیچے کے سب رواۃ پھر ناقل محدثین وہ تو سب سایہ مبارک کے قائل ہیں مگر چودھویں صدی کے نئے مجتہد منکر! ببیں تفاوت راہ از کجا تا بکجا ست

عصرِ ما ما را ز ما بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفےٰ بیگانہ کرد

(اقبالؒ)

پانچویں حدیث علامہ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اپنی معرکۃ الآراء کتاب مجمع الزوائد و منبع الفوائد میں نقل فرماتے ہیں۔ عن عائشۃؓ الی ترنیھا حتی رفعت متاعھا و سریرھا فظنت انہ لا حاجۃ لہ فیھا فبیناھی ذات یوم تـ عدۃ بنصف النھار اذا رأت ظلہ قد اقبل فاعادت سریرھا و متاعھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور کی ناراضگی سے یہاں تک نوبت آگئی کہ حضرت زینبؓ نے اپنا سامان بھی اٹھالیا۔ اور خیال فرمالیا کہ اب حضور علیہ السلام کو مجھ سے کوئی رغبت نہیں رہی۔ اسی خیال میں ایک دن بیٹھی ہوئی تھیں دوپہر کا وقت تھا، دیکھا کہ حضورؐ کا سایہ آرہا ہے۔ دیکھتے ہی اپنا سارا سامان رکھ دیا۔

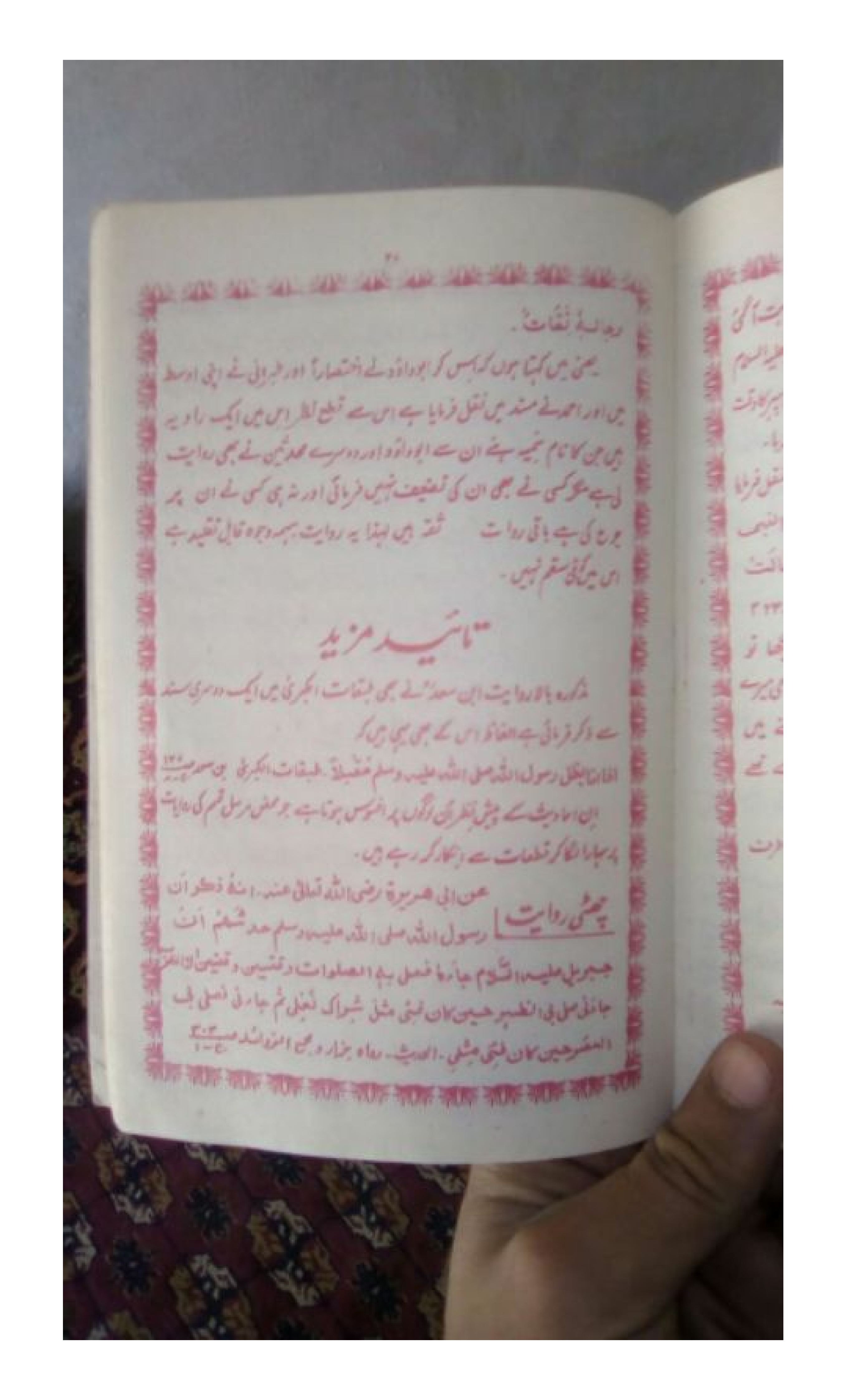
حافظ موصوف نے اس روایت کے آخر میں اتنا اضافہ اور بھی نقل فرمایا ہے کہ فسرت کلّہٗ فقالت ان ھذا الظل رجلٍ وما یدخل علیّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما دخل قالت یا رسول اللہ ما ادری ما اصنع حین دخلت علیّ۔ مجمع الزوائد صہ ۳۲۳

حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے حضور کا سایہ مبارک دیکھا تو سوچنا شروع کر دیا کہ یہ سایہ تو کسی آدمی کا ہے اور حضور کے علاوہ کوئی آدمی میرے پاس آ نہیں سکتا اور حضور بوجہ ناراضگی آتے ہی نہیں پھر یہ کون ہوا! اتنے میں حضور تشریف لے آئے میں نے عرض کیا کہ حضور! جب آپ تشریف لا رہے تھے تو میں بڑی پریشان تھی کہ اب کیا کروں۔

علامہ موصوف نے ان روایات کو نقل فرمانے کے بعد ان کی صحت پر اپنی طرف سے مہر تصدیق بھی ثبت فرما دی ملاحظہ ہو۔

مہر تصدیق

قلت رواہ ابوداود باختصار والطبرانی فی الاوسط واحمد وفیہ سمیۃ روی عنہا [illegible] واو [illegible] غیرہ ولم یضعفہا احد ولم یجرحہا احد وبقیۃ



رجالہ ثقات۔

یعنی میں کہتا ہوں کہ اس کو ابوداؤد نے اختصاراً اور طبرانی نے اپنی اوسط میں اور احمد نے مسند میں نقل فرمایا ہے اس سے قطع نظر اس میں ایک راوی ہیں جن کا نام نجیہ ہے ان سے ابوداؤد اور دوسرے محدثین نے بھی روایت لی ہے مگر کسی نے بھی ان کی تضعیف نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی نے ان پر جرح کی ہے باقی روات ثقہ ہیں لہذا یہ روایت بہر وجوہ خالی تضعیف ہے اس میں کوئی سقم نہیں۔

تائید مزید

مذکورہ بالا روایت ابن سعدؒ نے بھی طبقات الکبریٰ میں ایک دوسری سند سے ذکر فرمائی ہے الفاظ اس کے بھی یہی ہیں کہ

الظہر اذا ظل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثلہٗ۔ طبقات الکبریٰ ج اص ۱۲۰

ان احادیث کے پیش نظر ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جو مثل مرسل قسم کی روایت پر سہارا لگا کر نصوص سے انکار کر رہے ہیں۔

چھٹی روایت

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، انہٗ ذکر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حدثھم ان جبریل علیہ السلام جاءہ فصلی بہ الصلوات وقتین وقتین الا المغرب جاءنی فصلی بی الظہر حین کان فیئی مثل شراک نعلی ثم جاءنی فصلی بی العصر حین کان فیئی مثلی۔ الحدیث۔ رواہ بزار و مجمع الزوائد ص ۳۰۳ ج ۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے ڈوڈو وقت کی نمازیں پڑھائیں مگر مغرب دونوں دن ایک ہی وقت پڑھائی ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے تسمے کے برابر ہوگیا اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے برابر ہوگیا۔

فرمایئے اس سے بڑھکر بھی کوئی صراحت ہو سکتی ہے کہ حضور خود فرماتے ہیں کہ میرا سایہ "تھی" ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار ہے

اے چشم اشک بار ذرا سوچ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر ہی نہ ہو

توثیق روائیت مذکور

حضرت العلام مولینا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق اپنی معتبر کتاب "تدویر الفلک فی حصول الجماعۃ بالجن والملک" کے صفحہ پر رقم طراز ہیں کہ وقال الحاکم صحیح الاسناد والبزار۔ یعنی حاکم اور بزار نے اس حدیث کی سند کو بالکل صحیح قرار دیا ہے

ساتویں حدیث

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما افترضت الصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ جبرئیل علیہ السلام فصلی بہ الظهر حین مالت الشمس ثم صلی بہ العصر حین کان ظلہ مثلہ۔ یرخ بن ہشام ص۲۳ وحش زاد المعاد ج۱ ص۳۰

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب پیغمبر علیہ السلام پر نمازوں کی فرضیت ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھائی اور عصر کی نماز اس وقت جب حضور علیہ السلام کا سایہ حضور کے برابر ہوگیا۔

اس روایت میں اگرچہ کسی قدر اجمال ہے مگر یہ اجمال مضر نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ حین کان ظلہ مثلہ میں دونوں ضمیروں کا مرجع خواہ حضور ہوں یا جبریل بہرکیف ایک نہ ایک کا سایہ ضرور ماننا پڑے گا۔

اگر ہ۔ کا مرجع حضور ہیں تو ھو المطلوب۔ اور اگر جبریل ہیں، تو بھی سر اور آنکھوں پر کیونکہ مخالفین کا دعویٰ ہے کہ نوریوں کا سایہ نہیں ہوتا مگر یہاں تسلیم کر لیا گیا کہ ہے سہ

عجب مشکل میں آیا ہے دوا من جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

آٹھویں حدیث

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا جبریل علیہ السلام جاءکم یعلمکم دینکم فصلی الصبح حین الفجر وصلی الظہر حین زالت الشمس ثم صلی العصر حین رای الظل مثلہ' الی قولہ ثم جاء الغد فصلی بہ الظہر حین کان الظل مثلہ۔ (الحدیث)

نسائی شریف ج ۱ ص ۱۰۵

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

کہ یہ جبرئیلؑ ہیں جو تمہیں دینی مسائل کی عملی تعلیم دینے کے لئے آئے ہیں انہوں نے فجر کی نماز بوقت طلوع فجر۔ اور ظہر سورج ڈھلنے پر اور عصر اس وقت پڑھائی جب سایہ اُوراسکی مثل ہوگیا۔

اس حدیث میں بھی دونوں احتمال موجود ہیں کہ کا مرجع حضور بھی ہوسکتے ہیں اور جبرئیل بھی بہرحال دونوں احتمال ہی ہمارے دعویٰ کے مؤید ہیں۔

بے شمار حوالے

مذکور الصدر روائیت کی مثل بے شمار روایات ابوداؤد ۔ ترمذی ۔ مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ میں موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مشکوٰۃ المصابیح ص۵۹

نک عشر ۲ ملۃ

چیلنج

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی ہمارے پیش کردہ حوالہ جات میں سے کسی ایک کو بھی جعلی ۔ فرضی یا محض مناظرانہ چال ثابت کر دے تو وہ ہزار روپیہ انعام کا مستحق ہوگا۔

ھل من بارز یبارزنا

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

امت کا جم غفیر سایہ مبارک کا قائل ہے

مثلاً عبداللہ ابن مسعودؓ، انس ابن مالکؓ، ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ و دیگر کثیر صحابہ، حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت زینبؓ ازواج مطہرات میں سے اور حسین ابن ایوب، ابوحاتم رازی، ابراہیم بن یوسف، خلف بن خلیفہ عبدالاعرج، عبداللہ بن الحارث، محمد بن المؤمل، حضرت حسن، فضل بن محمد بیہقی نعیم بن حماد، عبداللہ بن وہب، معاویہ بن صالح، عیسیٰ بن عاصم، زر بن جیش، ابو احمد حنبل، حضرت عثمان بن مسلم، حماد بن سعد، حضرت ثابت البنانی، عبدالرزاق، جعفر بن سلیمان، فضل بن موسیٰ، محمد بن عمرو ابی سلمہ، حضرت شعبہ وغیرہ نچلے درجہ میں۔ امام حاکم، محمد بن جزری الشافعی، امام احمد بن حنبل، امام نسائی امام ترمذی، ابوداؤد، حافظ نورالدین ہیثمی، ابن سعد صاحب طبقات کبریٰ، علامہ ابن قیم، صاحب سیرت ابن ہشام، علامہ ذہبی، محمد تبریزی، امام عبدالحی لکھنوی نیز ان کے اساتذہ و تلامذہ رحمت اللہ علیہم اجمعین بیع حضرت خاتم الانبیاء محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سایہ انور کے قائل ہیں۔

والحمد للہ علی ذالک

ملاحظہ ہو مستدرک حاکم صفحہ ۳۳ ج ۔ ا مع تلخیص المستدرک علامہ ذہبی، و جلد ۳ صفحہ ۵۶ و حادی الارواح الی بلاد الافراح ابن قیم صفحہ ۱۹ و مسند احمد ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۳۲ و صفحہ ۳۳۸ و مجمع الزوائد و منبع الفوائد جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ و طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۲۷ و بزاز و مصنف علامہ ہیثمی جلد ا صفحہ ۳۰۳ و ہمہ دیر الفلک

فی حصول الجماعۃ بالجن والملک ص۲۰ سیرت ابن ہشام مع حاشی زاد المعاد ص۱۳۲ جلد ۱ ونسائی شریف جلد ۱ ص۵۹ ترمذی، ابوداؤد و مشکوٰۃ ص۵۹

"سایہ مبارک کا ثبوت ایک اور طرز سے"

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ سایہ جسم کا عکس اور آثار ہوتا ہے اور اسکے مظاہر بھی متعدد اور مختلف ہوتے ہیں۔

مثلاً کبھی اس عکس اور آثار کو آپ دھوپ میں پائیں گے اور کبھی چاندنی اور روشنی میں، پھر کبھی یہ منظر آپ کو پانی میں دکھائی دے گا اور کبھی آئینہ میں۔

بریں بناء اگر ہم اس طرز پر بھی اس مسئلہ کو تول لیں تو انشاء اللہ واقعات و شواہد ہمارے ہی مفید نکلیں گے اور پیغمبر خدا کے عکس آثار یعنی سایہ وغیرہ کے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔

مثلاً حضور علیہ السلام کا آئینہ دیکھنا اور اس کا رکھنا نیز اس کی عدم موجودگی میں پانی وغیرہ میں جھانک کر گزارہ فرمانا صحیح احادیث سے ثابت ہے جس سے کسی طرح انکار ممکن نہیں ملاحظہ ہو:

۱- **پہلی حدیث** | عن خالد بن معدان رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسافر بالمشط والمرآۃ والدہن والسواک والکحل۔ الحدیث

طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۱ ص۴۰۲

خالد ابن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سفر میں پانچ چیزیں خصوصاً

رکھا کرتے تھے۔ کنگی، آئینہ، تیل، مسواک، سرمہ۔

اس حدیث سے تو علی الدوام شیشہ ساتھ رکھنا ثابت ہو گیا گو استعمال کی اس میں صراحت نہیں لیکن آپ اپنے طور پر بھی تو سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں استعمال ہی کے لیے ساتھ لے جائی جاتی تھیں اگرچہ بالوضاحت آئینہ کا دیکھنا بھی ثابت ہے۔

۲- دوسری حدیث

عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نظر وجھہٗ فی المراٰۃ قال اللّٰھم انت حسّنت خَلْقی فحسّن خُلُقِی۔ اخرجہٗ ابن حبان وابن مردویہ۔ وصححہٗ ابن حبان ورواہ البیھقی فی کتاب الدعوات۔ وتحفۃ الذاکرین لمحمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ صفحہ ۲۱۳

عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب شیشہ دیکھتے تھے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اللہ جیسے تو نے میری صورت اچھی بنائی سیرت بھی اچھی بنا دے۔

علامہ ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ کے صفحہ ۴۲ پر ایک مستقل باب بعنوان مایقول اذا نظر فی المراٰۃ۔ قائم فرمایا ہے جس سے حضور کا آئینہ دیکھنا اظہر من الشمس ہے۔

علامہ ہیثمی علیہ الرحمہ نے بھی مجمع الزوائد صفحہ ۱۳۸ جلد ۱۰ میں اس قسم کی روایات بسط اور تفصیل سے ذکر فرمائی ہیں علاوہ ازیں حدیث کی مشہور اور

متداول کتاب مشکوۃ ہی ملاحظہ فرمالیں یہ روایات تو اس میں بھی موجود ہیں۔
علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں۔

وآن حضرت را آئینہ بود کہ جمال باکمال خود را دروی مشاہدہ میکرد الحق دیدن اورا سزد کہ مظہر جلال وجمال حق بود۔ مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۰۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں شیشہ بھی تھا جس میں جمال باکمال کو دیکھا کرتے تھے۔ درحقیقت شیشہ دیکھنا مناسب بھی انہی کو تھا کیونکہ باری تعالیٰ کے جمال اور جلال کا مظہر اتم بھی وہی تھے۔

لیجئے اب تو بات ہی صاف ہوگی محدث دہلوی کے فیصلہ کے بعد تو کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔

۳- تیسری حدیث

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم الی اخوانہ اوقالت الی بعض اخوانہ فنظر فی رکوۃ من ماء الی لمتہ وھیئتہ فلما اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت لہ عائشہ۔ بابی وامی انت یارسول اللہ۔ انت القائل الفاعل حیی نظرت الی وجہک قالت فقال لھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم یا عائشہ والرشد
(عمل الیوم واللیلۃ علامہ ابن السنی ص ۱۶۳)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ علیہ وسلم اپنے بھائیوں یا فرمایا بعض بھائیوں کی طرف نکلے اور پانی کے ایک چھوٹے سے حوض میں جھانک کر آپ نے اپنے بال اور ہیئت کو درست کیا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ

آپ پر قربان ہوں پانی میں دیکھنے والے اور دعا پڑھنے والے آپ ہی تھے آپ نے فرمایا کہ ہاں اے عائشہ!

ناظرین کرام! مذکورۃ الصدر روایات میں عکس اور سایہ یا آثار کے جو مظاہر ذکر فرمائے گئے ہیں کیا ان میں حضور علیہ السلام کا عکس اور سایہ یا آثار، مذکور نہیں ہے! اگر ہے تو پھر انکار کیوں؟ نیز اگر وہ عکس یا سایہ حضور کا نہیں تھا۔ تو پھر اور کس کا ہوتا تھا! بینوا و توجروا

کسی یک جائی سے اب عہد غلامی کر لو
ملت احمد مرسل کو مقامی کر لو!

"سایۂ مبارک ﷺ کا ثبوت دلائل عقلیہ سے"

ناظرین کرام! اس بات پر تقریباً سب ہی کا اتفاق ہے کہ سایہ مرئیہ فقط اسی جسم کا ہوتا ہے جو ٹھوس اور مجسم ہو نیز سورج کی شعاعوں کو آگے نہ نکلنے دے لیکن اگر وہ جسم اتنا صاف اور شفاف ہے کہ وہ سورج کی شعاعوں کو روک ہی نہیں سکتا تو اس کا سایہ بلاشبہ نظر نہیں آئیگا۔ مثلاً صاف و شفاف شیشہ اگر دھوپ میں لایا جائے تو آپ اس کا سایہ نہیں پائیں گے۔ کیونکہ اس میں ان شعاعوں کو روکنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے چنانچہ وہ مرئی سایہ سے بھی محروم ہے۔

بخلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے۔ کہ یہ نہایت ٹھوس اور مجسم جسم تھا اسکی ساخت شیشہ کی طرح کی نہیں تھی کہ جس سے سب

کچھ ہی گذر جائے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وساطت سے ایک روایت منقول ہے کہ حضور علیہ السلام کے ایک دیہاتی دوست کا نام زاہر بن حرام تھا وہ ایک مرتبہ منڈی میں کسی خرید و فروخت کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے پیچھے سے حضور علیہ السلام بھی تشریف لے آئے آپ نے پیچھے سے ہو کر جلدی سے اُن کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے انہوں نے کہا کون ہیں؟ حضور خاموش رہے۔ پھر اُنہوں نے آنکھوں کے کناروں سے دیکھ لیا کہ حضور ہیں۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حضور علیہ السلام شیشہ کی طرح صاف اور شفاف ہوتے تو آنکھیں بند کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ کیونکہ وہ تو بند کرنے سے بھی بند نہیں ہوتی تھیں جیسے آنکھوں پر عینک لگانے سے بھی نظر بند نہیں ہوتی۔

سو جب صاف اور شفاف اس طرح کے نہ تھے بلکہ ٹھوس اور نگر تھے تو لا محالہ اُن کا سایہ بھی ضرور تھا۔

۲۔ منکرین سایہ سے میرا سوال ہے کہ کیا وہ حضور کے جسم اطہر کے سایہ مبارک کا انکار کرتے ہیں یا کہ آپ کے ملبوسات کے سایہ کا بھی؟ اگر جسم اطہر کے سایہ مبارک کا انکار ہے ملبوسات کا نہیں، اور یقیناً نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس پہننے کی صورت میں تو سایہ مبارک ضرور موجود ہوتا ہوگا۔ کیونکہ کپڑوں کا تو سایہ تھا۔ اور اگر کپڑوں کا بھی سایہ نہیں تھا تو کی

خصوصیت بیان کیجئے، کیا وہ نوری مُلّے شام اور یمن ہی میں بنتے تھے!
اور کہیں نہیں۔ نیز ان ملبوسات کا استعمال کوئی حضور ہی سے تو مختص
نہیں تھا بلکہ دیگر جلیل القدر صحابہ بھی اِن سے مستفید ہوتے رہے
کیا ان کا بھی سایہ نہیں تھا! اور اگر ان کا بھی نہیں تھا تو پھر حضور کی کیا
خصوصیت! باقی یہ یمنی اور شامی مُلّے تو آج بھی دُنیا میں موجود ہیں چلیئے
آج ہی تجربہ کر لیجئے کہ اُن کا سایہ ہے کہ نہیں۔

اور اگر آپ فرمائیں کہ کپڑوں میں بھی یہ امتیازی شان حضور کے جسم اطہر سے لگنے کے بعد پیدا ہوئی پہلے نہیں تھی۔

تو جواباً عرض ہے کہ جسم مبارک سے لگنے کا یہ امتیازی اعزاز دُنیا میں صرف کپڑوں ہی کو تو میسّر نہیں آیا بلکہ اس کے علاوہ آپ کے تمام ازواج، بنات و دیگر اشیاء مثلاً برتن، ہتھیار، سواری وغیرہ کو بھی یہ شرف حاصل رہا ہے پھر ان کا بھی سایہ نہیں ہونا چاہیئے۔

علاوہ ازیں آپ کی وہ مبارک پوشاک تو آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ آیئے آج ہی آزمائش فرمائیں کہ کیا اُس کا سایہ ہے کہ نہیں اگر آج ہے تو یقیناً اس وقت بھی تھا اور اگر آج نہیں تو بلاشبہ اس وقت بھی نہیں ہوگا۔ باقی اگر آپ فرمائیں کہ یہ پوشاک وہ نہیں ہے تو پھر ہماری درخواست ہے کہ یا آپ اُس کو فراہم کریں یا موجودہ کے اعجاز کے قائل بن جائیں۔ یا پھر اُن بدعات ہی کو چھوڑ دیں جو محض موجودہ کے پوشاک رسول ہونے کی بنیاد پر کی جاتی ہیں ۔

؎ عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

نیز اگر وہ کپڑے اتنے ہی لطیف تھے کہ ان کا سایہ بھی نہیں تھا تو پھر ان کے پہننے کا کیا فائدہ تھا بھلا جو کپڑے دھوپ وغیرہ کو بھی نہ روک سکیں وہ نگاہوں کو کیا روکیں گے اور اُن کے پہننے سے ستر وغیرہ کی حفاظت کیسے ممکن ہوگی۔

۳۔ منکرین سایہ سے میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا سایہ آپ کے سارے جسم کا نہیں تھا یا کہ بعض بعض اجزاء کا؟ اگر سارے جسم کا سایہ نہیں تھا اور منکرین قائل بھی اسی کے ہیں تو پھر ہم آج حضور علیہ السلام کے ان اجزاء کا سایہ دیکھنا چاہتے ہیں جو بصورت باقیات ہمارے پاس موجود ہیں مثلاً آپ کے موہائے مبارک یا ناخن مبارک۔ آیئے آج ہی ان کو سورج کی دھوپ میں رکھیں اگر سایہ نہ ہوا تو ہم تسلیم کریں گے ورنہ پھر آپ کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔ باقی اگر آپ اُن کے تبرکات ہونے ہی سے انکار کر بیٹھیں تو آپ کی بدقسمتی، اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی ایسی لطافت بیان کرنا جو عکس سایہ اور آثار وغیرہ سے بھی بے نیاز ہو، درست نہیں کیونکہ اس سے تو یہ بات بھی ماننی پڑے گی کہ آپ کی جلد مبارک اپنی ایسی لطافت کی بناء پر اندرونِ جسم بول و براز کے لئے ساتر بھی نہیں تھی جو سراسر عیب ہے۔ حالانکہ انبیاء ہر عیوب

ونقائص سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔

۵۔ سایہ کا ہونا کمال ہے، اور نہ ہونا نقص۔ ہم کمال ثابت کرتے ہیں اور آپ نقص فنہم۔

۶۔ عابد کا سایہ بھی عابد ہوتا ہے خواہ عابد نبی ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے اس کے سایہ کی نفی کرنا گویا اس کی من وجہ تنقیص ہے جو نبی تو کیا کسی ادنیٰ آدمی کو بھی برداشت نہیں کیونکہ غیر نبی، نبی سے عبادت میں زیادہ اور نبی کم رہ جاتا ہے جو کسی طرح ممکن نہیں۔

۷۔ اگر حضور علیہ السلام کا سایہ نہیں تھا تو آپ کی اولاد کا سایہ بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ خصائص تو باپ بیٹا میں عموماً مشترک ہی ہوتے ہیں۔

باقی اگر سایہ نہ ہونا بسبب معجزہ کے تھا تو یاد رکھیے کہ معجزہ وجہ استدلال نہیں بن سکتا مگر آپ محض اس بنیاد پر بشریت کی نفی اور نور من نور اللہ کا اثبات کرتے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں۔

اس سلسلہ میں ایک نہایت منصفانہ بات یہ ہے کہ اگر فی الواقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہی ہوتا تو کثیر صحابہ اس کو نقل فرماتے۔ محدثین اس پر باب باندھتے مورخین جلی انداز میں اس کا تذکرہ فرماتے مگر کچھ بھی نہیں۔

اے چشم اشک بار ذرا سوچ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر ہی نہ ہو

لہٰذا آپ کائنات عالم کے اس آخری سایہ کو بے سایہ ثابت کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت سے نوازے۔ آمین۔

معترضین کے شبہات اور اُن کے جوابات

انکار سایہ کا یہ نامعقول عقیدہ طائفہ مقدسہ کے سرخیل علامہ احمد رضا خان بریلوی کا ایجاد کردہ ہے اس سے پہلے باضابطہ طور پر اسکی کوئی تحریک نہیں تھی۔ ہاں چند خوش فہم علماء صرف حسن ظن کے شکار ہو کر بالکل غیر مستقل طور پر نہایت مجمل بلکہ مہمل انداز میں کسی قدر اس کا تذکرہ فرما گئے ہیں۔

مگر اس کو تحقیق یا عقیدہ کا نام کسی طرح بھی نہیں دیا جاسکتا تاوقتیکہ مستقل طور پر اس کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

مثلاً حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں سورہ عصر کی تشریحات کے سلسلہ میں کسی مستور الحال شاعر کا شعر نقل فرما دیا ہے کہ ؎

خوشا وقتے کہ مردم آدم بے سایہ را دیدند
عزیب است این زمان گر سایۂ آدم شود پیدا

خانصاحب بہادر اُٹھتے اور اٹھتے ہی شاہ صاحب مرحوم کا نام بھی منکرین سایہ کی فہرست میں درج کر دیا۔ مدعی سُست اور گواہ چست۔

حالانکہ "آدم بے سایہ" سے مراد معلوم شاعر کے ہاں کیا ہو۔ اور پھر شعر کا دوسرا مصرعہ کہ "عزیب است این زماں گر سایہ آدم شود پیدا۔ سابق مفہوم کی کسی طرح بھی تائید نہیں کرتا۔

بالغرض۔ اگر شعر کا مطلب یہی مان لیا جائے کہ سایہ نہیں تھا تو یہ کوئی

قرآن وحدیث تو نہیں جس کا ماننا لازمی ہو صرف ایک شعر ہے اور شعر شریعت میں قابل استناد نہیں ہوتا۔ باقی اگر کسی نے ویسے بھی صراحت کر دی ہو کہ سایہ مبارک نہیں تھا تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ بلا دلیل قطعی شریعت میں کوئی امر بھی قابل التفات نہیں۔

خانصاحب نے اس سلسلہ میں جو دلائل فراہم فرمائے ہیں اب ہم مختصر طور پر اُن کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

خانصاحب کی سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم ہیں اور نُور کا سایہ نہیں ہوتا، لہٰذا حضور کا سایہ بھی نہیں تھا۔

جواباً عرض ہے کہ اولاً ہم آپ کے اس صغرے ہی کو تسلیم نہیں کرتے کہ حضور نور ہیں کیونکہ قرآن، حدیث، فقہ، اجماع امت نیز تصریحات علماء سب اس کے خلاف ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن

۱۔ ھل کنت الا بشراً رسولاً پ۱۵ میں تو صرف انسان اور رسول ہوں،

۲۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ پ۱۶ آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف انسان ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے۔

حدیث

(۱) اللّٰھم انا محمد بشر شفا ص۲۴۵ اے اللہ میں محمد تو بشر ہوں،

عن عائشہ رض

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشراً من البشر۔ مشکوٰۃ ص حضور

اجماع صحابہؓ

قالوا انکتب کل شیء تسمعہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر۔

(ابوداؤد ص ۵۱۳)

ترجمہ:- صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابن عمرؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ حضورؐ کی ہر بات کو نوٹ نہ فرما لیا کریں کیونکہ حضور بشر ہیں کبھی کبھی غصہ میں بھی کلام فرما لیتے ہیں جو قابل ضبط نہیں ہوتی۔

فقہ

ویشترط لصحۃ الایمان بہ صلی اللہ علیہ وسلم معرفۃ اسمہ وکونہ بشراً من العرب۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص

ایمان کی درستگی کی شرائط میں سے حضور کا نام جاننا اور آپ کو بشر ماننا بھی ضروری ہے۔

تصریحات علماء

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم وسائر الانبیاء والرسل من البشر۔

(شفا قاضی عیاض ص ۱۹۵)

حضورؐ اور بقیہ تمام انبیاء اور رسل بشروں ہی میں سے تھے کوئی بھی نوری اور ناری نہیں تھا۔

(۲) من قال انہ لم یکن بشراً آدمیاً فقل زعک نص العلماء علی کفر قائلہ ومدعیہ۔ مطالع المسرات ص ۲۹۹

حضور کو بشر اور آدمی نہ جاننے والے کے خلاف علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

وغیرہ وغیرہ۔

ابو العلا محمد امجد علی اعظمی، رضوی، سُنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی فرماتے ہیں کہ انبیاء سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔

بہار شریعت ص۱

اور مفتی احمد یار خان بریلوی فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضور سے فرمایا کہ آپ کافروں سے مخاطب ہو کر یوں فرمائیں۔

"اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں۔ میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں"

جاء الحق ص۱۶۲

ناظرین کرام!

مذکورۃ الصدر دلائل و براہین کے ہوتے ہوئے ہم کیسے تسلیم کرلیں کہ حضور نور ہیں اور بشر نہیں۔ پھر خصوصاً اس وقت جب کہ اُن کے وغیرہ وغیرہ بھی اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ تو اس سلسلہ میں ایسی ایسی باتیں بھی کہہ گذرے ہیں جو واقع میں بھی نہیں مثلاً

اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔

حاشا و کلا۔ یہ عبارت نہ کسی آیت کا ترجمہ ہے اور نہ ہی کسی حدیث کا۔ کہ اے کفار میں تمہاری جنس سے ہوں۔ مگر بغض اور عناد کی آگ ہمیشہ چھپی نہیں رہتی۔ برتن میں جو کچھ ہوا کرتا ہے وہی ٹپکا کرتا ہے۔ علماء دیوبند

کا صرف بشر کہنا جرم تھا مگر خود کفار کی جنس کا بشر ثابت کر رہے ہیں اور پھر بھی عشقِ رسول میں کوئی فرق نہیں آتا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بہرحال ہمارا مقصد سردست اس امر کا تجزیہ نہیں بلکہ ہمارا مقصد تو صرف خانصاحب کا یہ دعویٰ توڑنا ہے کہ حضور نور ہیں۔

اور یہ بحمد اللہ ٹوٹ ہی گیا۔ ورنہ مذکورہ الصدر دلائل و براہین کا جواب لائیں ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اب لیجئے خانصاحب کا کبریٰ، کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ کبریٰ محمول ہوتا ہے صغریٰ پر، اور جب صغریٰ ہی نہ رہا تو کبریٰ تو خود بخود ہی بحث سے خارج ہو گیا۔ لیکن ہم علی سبیل التنزل اس پر بھی تفصیل سے بحث کرتے ہیں گو یہ ہمارے ذمہ نہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ خانصاحب کا یہ دعویٰ کہ نوریوں کا سایہ نہیں ہوتا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بالتصریح موجود ہے کہ

مَازالت الملائکۃُ تظلّہٗ باجنحتہا حتی رفعتموہ۔ بخاری شریف کتاب الجنائز

یعنی حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے فرشتوں نے اپنے پروں سے ان پر اس وقت تک سایہ کئے رکھا جب تک ان کو معرکہ جنگ سے اٹھا نہیں لیا گیا۔

غور فرمائیں اگر اس نوری جماعت کا سایہ نہ ہوتا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر پروں سے سایہ کرنا باطل فضول اور عبث فعل ہوتا۔ مگر ایسا نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض ہم حضور کو نوری الخلقت بھی تسلیم کریں تو سایہ کا انکار پھر بھی ناممکن ہے کیونکہ نوریوں کا سایہ ہوتا ہے کمافی الحدیث۔ باقی اگر آپ فرمائیں کہ نوریوں کو خاکی پر لگا دیئے گئے تھے اس لئے سایہ ہوا تھا تو ہم عرض کریں گے کہ یونہی حضور کو جسم کا بھی خاکی جامہ پہنایا گیا تھا اس لئے ان کا بھی سایہ تھا۔

۲۔ حدیث میں آتا ہے اللہ نے مجھکو اپنے نور سے پیدا کیا اور میرے نور سے ساری مخلوق کو۔ مسند عبدالرزاق۔

ہم سردست نفس حدیث سے بحث نہیں کرنا چاہتے صرف اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر حضور کا سایہ نوری ہونے کی بنا پر نہیں تھا تو پھر ساری مخلوق کا سایہ بھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ بھی اسی نور سے پیدا کی گئی ہے جس نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا گیا تھا۔ ورنہ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نوریوں کا سایہ ہوتا ہے اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ حضور اور جملہ مخلوق ہیں تو نور مگر وہ نور نہیں جس کا سایہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ایسا نور ہے جس کا سایہ ہوتا ہے۔

۳۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے صراحت نور فرمایا ہے مگر آپ اسے دھوپ میں لاکر دیکھ لیں کہ اس کا سایہ ہے کہ نہیں اگر ہوا تو ماننا پڑے گا کہ نور کا سایہ ہوتا ہے۔ باقی اگر قرآن کا سایہ زمین پر پڑنے میں قرآن کی کوئی توہین نہیں

ہوتی اور یقیناً نہیں ہوتی تو حضور کا سایہ زمین پر پڑنے سے حضور کی یکتائی میں ہوسکتی ہے۔

انکارِ حقیقت کے لیے نفس شیطانی کا یہ ایک عظیم دھوکہ تھا ہم نے اس کا بھی ازالہ کر دیا۔

۴۔ قرآن مجید میں پوری وضاحت کے ساتھ "چاند" کو نور بتایا گیا ہے۔

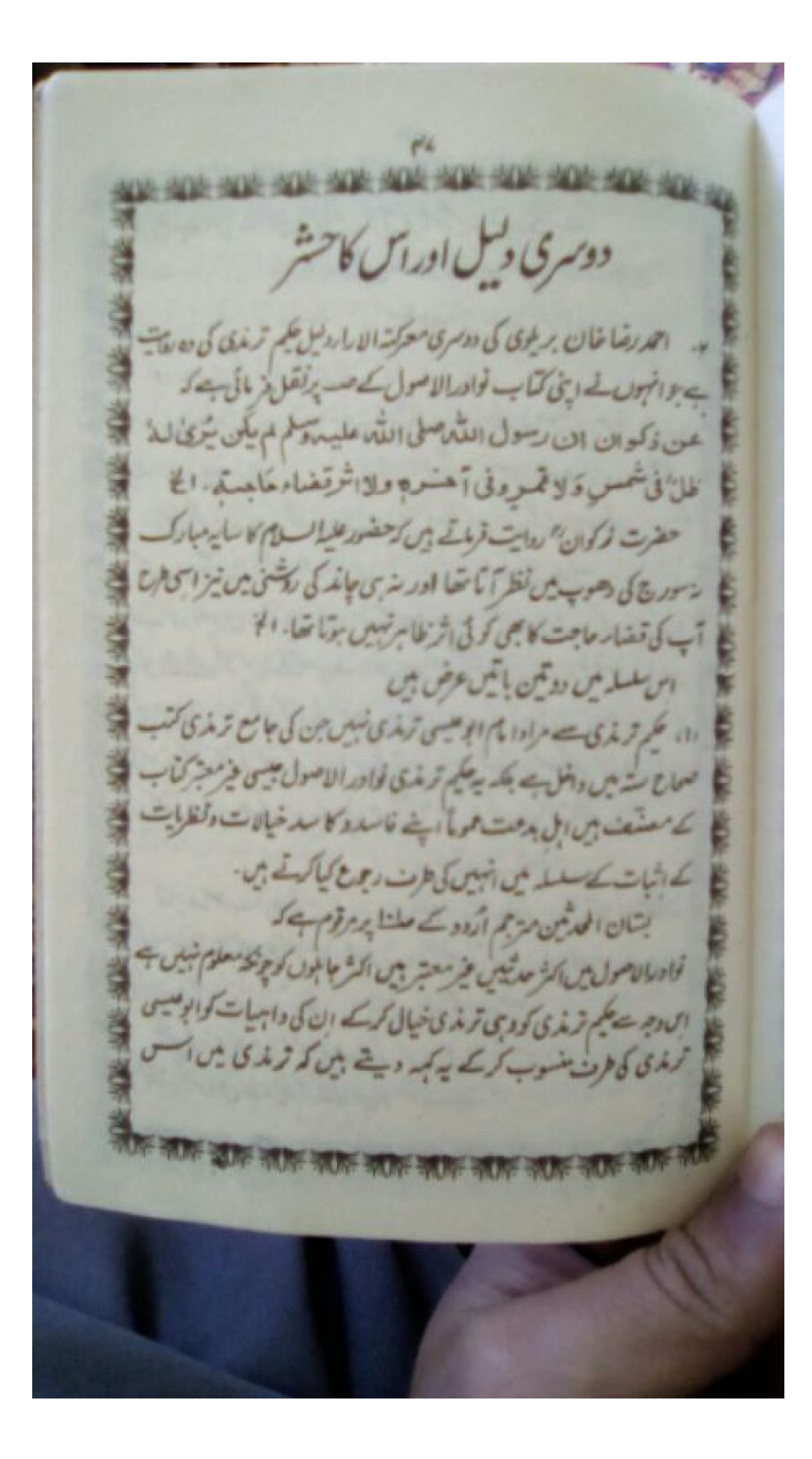
ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ۔پ رکوع سورج ضیاء ہے اور چاند نور ہے۔

مگر اس حقیقت کے صحیح اور درست تسلیم کرنے کے باوجود بھی جملہ سائنسدان اس کلیہ پر متفق ہیں کہ جب کبھی بھی چاند کا سایہ سورج پر پڑتا ہے اسی وقت سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ "چاند" کے قطعی نور ہونے کے باوجود بھی ماہرین علوم جدیدہ نورانی چاند کے سایہ کو سائنسی تحقیقات کے پیش نظر تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ ع ؎

دن کو دیکھے اگر نہ چمگادڑ
اس میں سورج کا کون سا ہے گناہ
ایسی آنکھیں رہیں ہزار اندھی
پر نہ سورج خدا کرے ہو سیاہ



دوسری دلیل اور اس کا حشر

۲۔ احمد رضا خان بریلوی کی دوسری معرکۃ الارا دلیل حکیم ترمذی کی وہ روایت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب نوادر الاصول کے ص پر نقل فرمائی ہے کہ

عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یُریٰ لہٗ ظلٌ فی شمسٍ ولا قمرٍ ولا فی آ... ولا اثر قضاء حاجتہٖ۔ الخ

حضرت ذکوان روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا سایہ مبارک نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا اور نہ ہی چاند کی روشنی میں نیز اسی طرح آپ کی قضاء حاجت کا بھی کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ الخ

اس سلسلہ میں دو تین باتیں عرض ہیں

(۱) حکیم ترمذی سے مراد امام ابو عیسیٰ ترمذی نہیں جن کی جامع ترمذی کتب صحاح ستہ میں داخل ہے بلکہ یہ حکیم ترمذی نوادر الاصول جیسی غیر معتبر کتاب کے مصنف ہیں اہل بدعت عموماً اپنے فاسد و کاسد خیالات و نظریات کے اثبات کے سلسلہ میں انہیں کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں۔

بستان المحدثین مترجم اردو کے صفحہ پر مرقوم ہے کہ

نوادر الاصول میں اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں اکثر جاہلوں کو چونکہ معلوم نہیں ہے اس وجہ سے حکیم ترمذی کو وہی ترمذی خیال کر کے ان کی واہیات کو ابو عیسیٰ ترمذی کی طرف منسوب کر کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ترمذی میں اس

طرح ہے اس لئے ان ہر دو میں فرق کرنا نہایت ضروری ہے۔
بستان المحدثین مصنفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
مطبوعہ اصح المطابع کراچی ص۱۰۱

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ
باید دانست کہ در تصانیف ایشاں احادیث غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج است۔ بستان المحدثین فارسی مطبوعہ لاہور ص۹۳
یعنی حکیم ترمذی کی تصنیفات میں غیر معتبر اور من گھڑت حدیثیں بہت ہیں
ایک اور جگہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس حادثہ کا سبب خود انہوں نے بیان کیا ہے جیسے طبقات شعراوی میں مذکور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے تصنیف سے پہلے کبھی تفکر تدبر اور تامل نہیں کیا۔ اور نہ ہی میری یہ غرض تھی کہ کوئی شخص ان مؤلفات کی نسبت میری طرف کریگا بلکہ جب کبھی مجھ کو کبیدگی پیدا ہوتی تو میں اپنی تسلی اور تسکین تالیف و تصنیف میں سمجھتا تھا اور جو کچھ میرے دل میں آتا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔
(طبقات شعراوی)
شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اکثر تصنیفات از قبیل مسودات ہیں جو نظر ثانی و تہذیب و تنقیح کی محتاج ہیں اور ان میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ بستان المحدثین ص۱۴۳
حکیم ترمذی کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن علی بن الحسین (حسن) ابن بشیر (بشیر) المؤذن ہے حکیم ترمذی ان کا لقب ہے۔

"ولایت کو نبوت پر افضل سمجھنے کے الزام میں لوگوں نے ان کو ترمذ سے نکال بھی دیا تھا۔" ان کی نقل کردہ روایات اہل حق کے لئے تو قطعاً قابل قبول نہیں ہو سکتیں البتہ اہل بدعت کی ہم گارنٹی نہیں دیتے۔

مذکور الصدر عبارات میں "اخی واہیات" "جب کبھی مجھ کو کبیدگی پیدا ہوتی۔ اور جو کچھ میرے دل میں آتا لکھ لیا کرتا۔ وغیرہ وغیرہ جملے خصوصاً قابل غور ہیں جن سے یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ حکیم ترمذی نہ کوئی معتبر محدث ہیں اور نہ ہی کسی معقول کتاب کے مصنف۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے یعنی حضرت زکوان تابعی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جس صحابی کا واسطہ ہے وہ مذکور نہیں سعد القربہ توضیح شرح نخبہ ص۳۰ پر مذکور ہے کہ چونکہ مرسل حدیث میں بھی محذوف راوی نامعلوم الحال ہوتا ہے اس لئے وہ بھی از قسم مردود سمجھی گئی ہے۔

اور مقدمہ ابن الصلاح اصول کی مشہور کتاب ہے اُس کے ص۲۳ پر مرقوم ہے کہ اعلم ان حکم المرسل حکم الحدیث الضعیف۔

یعنی حدیث مرسل کا حکم حدیث ضعیف کا سا ہے۔ جیسے متقدمین ضعیف حدیث حجت نہیں ہوتی بالکل اسی طرح مرسل حدیث بھی حجت نہیں ہوتی۔

(۳) علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی جو سند نقل فرمائی ہے وہ بھی ساری قابل اعتراض ہے وہ فرماتے ہیں کہ

اخرج الحکیم الترمذی من طریق عبد الرحمٰن بن تمیس الزعفرانی

عن عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید عن ذکوان ۔ ۱۰

کیونکہ سب سے پہلے راوی عبد الرحمٰن بن تمیس الزعفرانی ہے۔

اور خود علامہ سیوطیؒ نے ہی اپنی کتاب مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ ھو وضاع کذاب یعنی عبد الرحمٰن بن تمیس نہایت جھوٹا شخص تھا جو اپنی طرف سے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

میزان الاعتدال میں امام ذہبیؒ نقل فرماتے ہیں کہ

کذبہ ابن مھدی وابو زرعۃ ۔ یعنی عبد الرحمٰن کو امام مہدی اور امام ابو زرعہ نے جھوٹا کہا ہے۔

اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ

ولم یکن بشیٔ ۔ یعنی عبد الرحمٰن بن تمیس فضول آدمی تھا۔

اس قسم کی جرح علامہ محمد طاہرؒ صاحب قانون الموضوعات والضعفاء اور حافظ ابن حجرؒ اور دوسرے ائمہ جرح و تعدیل سے بھی منقول ہے مگر ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں ۔

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں گر کچھ اثر کریں

مگر ہم اتنی بات ضرور عرض کریں گے کہ اس جھوٹے آدمی کی جھوٹی روایات جھوٹوں کے ہاں تو کھپ سکتی ہیں البتہ اہل حق کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

دوسرا راوی عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید ہے یہ بھی مجروح اور ضعیف ہے



علامہ ملا علی القاری الحنفی شرح شفاء میں اسکی بابت فرماتے ہیں کہ "مجہول" یعنی یہ شخص بالکل مجہول الحال ہے محدثین کو اس کے احوال پر کوئی اطلاع ہی نہیں۔ ص ۵۳، ج ۱

نیز محدثین کے ہاں مجہول راوی کی روایت ویسے بھی قابل قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ دارقطنی جلد ۲ ص ۳۰۶ پر مرقوم ہے کہ

واهل العلم بالحديث لا يحتجون بخبر ينفرد بروايته رجل غير معروف وانما يثبت العلم عندهم بالخبر اذا كان رواته عدلاً مشهورا الخ

یعنی محدثین ایسی حدیث سے دلیل نہیں پکڑتے جو کسی مجہول راوی سے مروی ہو ان کے نزدیک تو علم شرعی صرف اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے جس کے راوی ثقہ عادل اور مشہور ہوں اب آپ خود ہی اندازہ فرمائیں کہ کیا ایسی روایت عقائد کے سلسلہ میں حجت مانی جاسکتی ہے ؟ اور کیا یہ روایت ان روایات کی ہم پلہ ہے جنہیں ہم شروع میں ذکر کر آئے ہیں ! اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آج ہی سے آپ کو اپنے نظریات کی تصحیح فرمالینی چاہیے اور اس بنیاد پر دوسرے غلط مفروضے مثلاً انکار بشریت وغیرہ کا بھی جائزہ لینا چاہیے تاکہ قیامت میں خدا اور رسول کے روبرو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

(۳) احمد رضا خاں بریلوی کی تیسری دلیل ابن سبع کا یہ مقولہ ہے کہ

ومن خصائصه صلى الله عليه وسلم ان ظله كان لا يقع على الارض۔

خصائص الکبری ص ۶۸ ج (۱)

یعنی پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ جواباً عرض ہے کہ

(۱) ابن سبع نہ صحابی ہے اور نہ تابعی بلکہ تبع تابعین کی فہرست بھی اس سے پاک ہے۔

(۲) ان ظلہ کان لا یقع علی الارض۔ کوئی حدیث نہیں اور نہ ہی کوئی موقوف اثر ہے بلکہ اس کا اپنا اختراع ہے۔

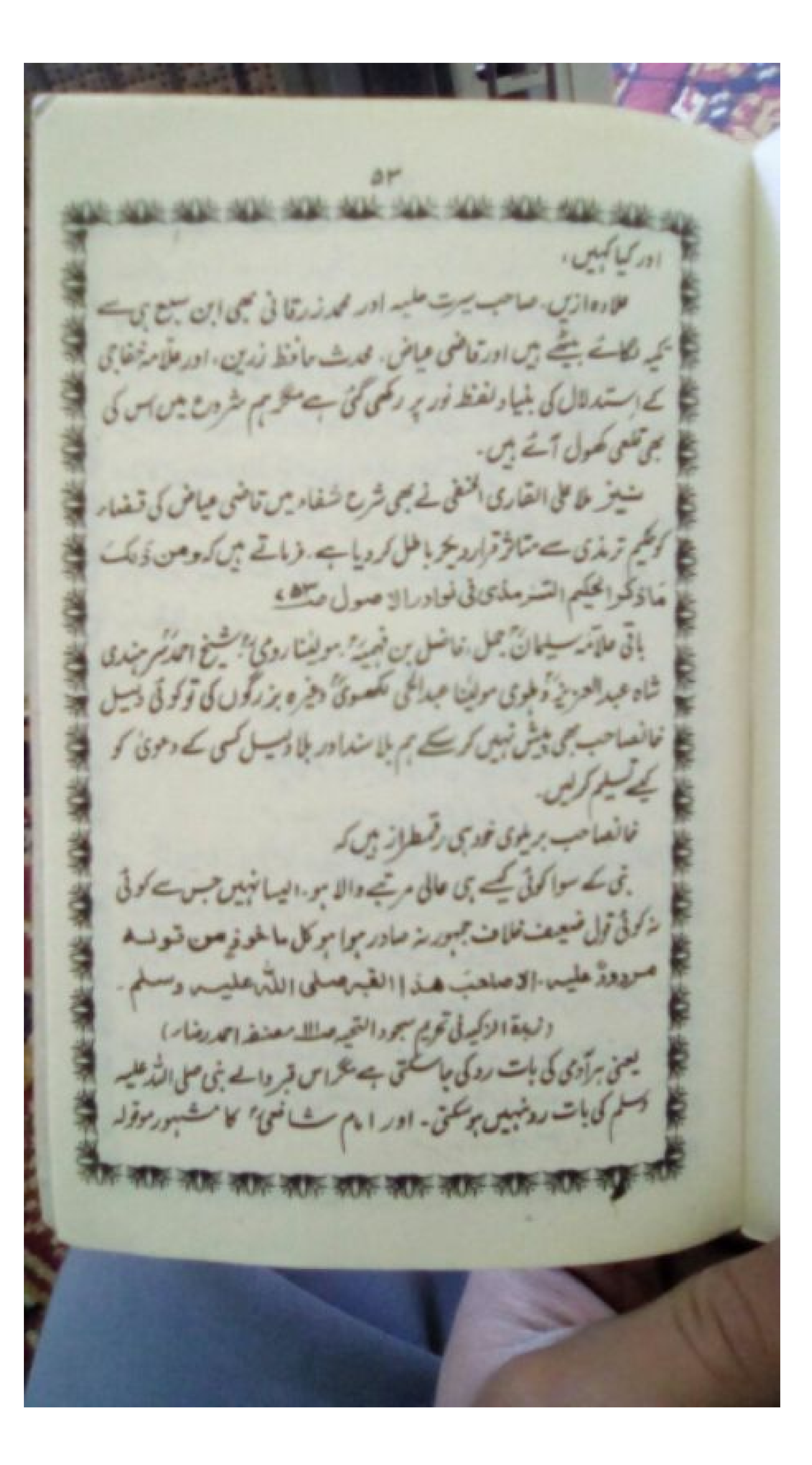
(۳) عدم سایہ کو حضورؐ کی خصوصیت قرار دینا بلا دلیل ہے اور الخصائص لا تثبت الا بالدلیل محدثین کا مسلمہ اصول ہے کہ خصوصیات بلا دلیل ثابت نہیں ہوا کرتیں۔ فاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔

(۴) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کتاب الرد علی البکری کے صفحہ ۱۲ پر رد علی اور ابن سبع کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

وامثال هولاء ممن فى كتابه من الكذب مالا يحصيه الا الله وهم لا يعرفون الصحيح من السقيم۔

یعنی ان لوگوں کی کتابوں میں اس قدر جھوٹ کی ملاوٹ ہے کہ اس کا اندازہ اللہ ہی جانتا ہے ان کو صحیح اور ضعیف کی کوئی پہچان نہیں تھی۔"

انہی دو دلیلوں کی بنیاد پر خانصاحب بریلوی نے علامہ سیوطیؒ، احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب۔ مواہب لدنیہ، اور علامہ عبدالحق محدث دہلوی کو سایہ کا منکر قرار دیا ہے۔ مگر آپ اس کا اندازہ مذکورہ بالا تجزیے سے بخوبی لگا سکتے ہیں ہم اس سلسلہ میں ان کی خوش فہمی اور حسن ظن نہ کہیں تو



اور کیا کہیں،

علاوہ ازیں، صاحب سیرت حلبیہ اور محمد زرقانی بھی ابن سبع ہی سے تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور قاضی عیاض، محدث حافظ زرین، اور علامہ خفاجی کے استدلال کی بنیاد لفظ نور پر رکھی گئی ہے مگر ہم شروح میں اس کی بھی قلعی کھول آئے ہیں۔

نیز ملا علی القاری الحنفی نے بھی شرح شفاء میں قاضی عیاض کی قضاء کو حکیم ترمذی سے متاثر قرار دیکر باطل کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ومن ذلک ما ذکرہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول ص۵۳۔

باقی علامہ سلیمان جمل، فاضل بن فہید، مولینا رومی، شیخ احمد سرہندی شاہ عبدالعزیز دہلوی مولینا عبدالحی لکھنوی وغیرہ بزرگوں کی تو کوئی دلیل خانصاحب بھی پیش نہیں کر سکے ہم بلا سند اور بلا دلیل کسی کے دعویٰ کو کیسے تسلیم کریں۔

خانصاحب بریلوی خود ہی رقمطراز ہیں کہ

نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ہو، ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو کل ماخوذ من قولہ مردود علیہ۔ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم۔

(الزبدۃ الزکیہ لی تحریم سجود التحیہ ص۱۱ مصنفہ احمد رضا)

یعنی ہر آدمی کی بات رد کی جا سکتی ہے مگر اس قبر والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رد نہیں ہو سکتی۔ اور امام شافعیؒ کا مشہور مقولہ

ہے کہ

لا حجۃ فی قول احد دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کثروا

یعنی حضور کے علاوہ کسی کی بات قطعی حجت نہیں خواہ وہ بات کہنے والے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں اور ایسا ہی ایک مو قولہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ہے ملاحظہ ہو میزان شعرانی صـ۴۹ ج - ۱

مگر آپ ہم سے کس بنیاد پر توقع باندھے بیٹھے ہیں کہ ہم آپ کے دام مکرو فریب کا شکار ہو جائیں گے آگاہ رہے کہ یہ قطعاً ممکن نہیں بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

غلامم جز رضائے تو نجویم
جز آں راہے کہ فرمودی نہ پویم
ولیکن گر بہ این ناداں بگوئی
خرے را اسپ تازی گو نہ گویم

(۴) منکرین سایہ کی چوتھی اور پانچویں دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ظل" یعنی حضور کا سایہ نہیں تھا۔ زرقانی شرح مواہب صـ۲۲۰ ج - ۴

اور حضرت عثمانؓ کا ارشاد کہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذلک الظل۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر اس لئے نہیں ڈالا تاکہ کوئی انسان اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

(تفسیر مدارک علامہ نسفی)

یہ دلیل قطعی اور آخری ہونے کی صورت میں پیش کی جاتی ہے گویا اُن کی طرف سے یہ حرف آخر ہے مگر ہم اس امر کو خوب اچھی طرح واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ دونوں مصنفوں نے دونوں روایتوں کی کوئی سند ذکر نہیں فرمائی ــــ کیف ما اتفق کسی بات کا ذکر کر دینا عقائد میں حجت نہیں ہو سکتا۔

مسلم شریف کے مقدمہ میں ابنِ مبارک ہی سے منقول ہے کہ

الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء مقدمہ

ہر حدیث کا سند والی ہونا دین میں داخل ہے بالفرض اگر اسناد نہ ہوتیں تو ہر شخص من مانی کہتا۔

نمبر ۴ روایت کا حال بالکل ایسا ہی ہے زرقانی سے لے کر ابن عباسؓ تک سب راوی غائب ہیں۔ اور یہی حال نمبر ۵ روایت کا ہے۔

علامہ محمد طاہر حنفی تذکرۃ الموضوعات کے مقدمہ ص۲ پر فرماتے ہیں کہ

"کُلّ حدیث لیس لہٗ اسناد صحیحٌ ولا ھو منقول فی کتاب مصنفہٖ امام معتبرٍ لایُعلَمُ ذالک الحدیث عنہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فلا یجوز قبولہٗ۔

ہر وہ حدیث کہ جس کی سند صحیح نہ ہو اور نہ وہ کسی معتبر امام کی معتبر کتاب میں منقول ہو اور نہ کسی دوسرے ذریعے سے اس کا حدیث ہونا معلوم ہو سکے تو اس کو قبول کرنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی اس کو حدیث کہنا درست ہے۔

ناظرین کرام!

اس سلسلہ میں ہم جس تفصیل اور بسط سے اپنی معروضات جلیہ ناظرین کرنا چاہتے تھے وہ طوالت کے خوف کے پیش نظر نہیں کر سکے تاہم یہ کتابچہ اس سلسلہ میں انشاء اللہ کافی ثابت ہوگا۔

اور منکرین سایہ انشاء اللہ العزیز قیامت تک اس کی تاب نہیں لا سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

Aabdul wahab
Quetta Baluchstan

الراقم الآثم ابن عبد العزیز احقر محمد انور کلیم غفرلہ

۲۶، صفر المظفر ۱۳۸۶ھ



مکتبہ دارالعلوم فیض محمدی کی دو عظیم القدر کتابیں
تکوینِ کائنات
• کائنات کیونکر وجود میں آئی • سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا گیا • رات، دن اور
مہینے کس طرح بنے • کس دن اور کس مہینے کیا پیدا ہوا • سات آسمانوں اور سات زمینوں
کا وجود کہاں ہے • چاند، سورج اور ستارے کہاں واقع ہیں • ان تک پہنچنا کہاں تک
ممکن ہے • ان کے ذریعہ حساب و کتاب کی شرعی حیثیت اور فلسفہ کیا ہے • آخر میں
ہر مہینے اور ہر دن کی الگ الگ خصوصیات اور تاریخی امتیازات کے علاوہ بے شمار سائنسی
مسائل۔ اسلامی نقطۂ نظر سے — قرآن و سنت کی روشنی میں
تکوینِ کائنات (زیرِ طبع) میں مطالعہ فرمائیں
اصطلاحات الفنون مع تذکرۃ المؤلفین
★ جس میں اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، فقہ، منطق، فلسفہ، میراث، مناظرہ، معانی، بیان، بدیع
تجوید، نحو، صرف اور دیگر کئی علوم و فنون کی تمام اصطلاحات کی اردو زبان میں توضیح و تشریح کی گئی ہے
★ ہر فن کی ابتداء میں ایک مقدمہ شامل کیا گیا ہے جو اس فن کے تاریخی نشیب و فراز پر مشتمل ہے
★ ہر فن کی داخلِ نصاب جملہ کتب کی تفصیل اور ان کے مؤلفین کے حالات و کوائف درج کئے ہیں
★ جو آپ کو سینکڑوں کتابوں سے مستغنی کرنے کے لیے کافی ہے
★ اساتذہ، طلباء اور دینی علوم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے انسائیکلوپیڈیا
زیرِ طبع ہے